(۲۶۳/بند)

مرثیہ درحال جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

نواب مولانا سید مہدی حسین ماہرؔ اجتہادی

مرثیہ ہذا کے دو نسخے ہمارے پیش نظر ہیں:

(الف) قلمی نسخہ (تحریر از نامعلوم) بند ۲۴۹۔ اس کے آخر میں تاریخ اتمام (نقل) مرثیہ یوں درج ہے:

''تمام شد ۲۴ ربیع الثانی ۷ ۱۳۳ھ''

(ب) مطبوعہ نسخہ، بند ۱۴۷، مشمولہ 'اسرارِ محن' مرتبہ مہذبؔ لکھنوی، نومبر ۱۹۵۱ء (ناشر: انجمن محافظ اردو، نیا محل، منصور نگر، لکھنؤ)

یہاں مرثیہ قلمی نسخہ کے مطابق ہے۔ مطبوعہ نسخہ کے اختلاف کو فٹ نوٹ میں دیا گیا ہے۔ یہاں بندوں کے نمبر سے پہلے [ ] کے نشان میں آگے پیچھے علی الترتیب قلمی و مطبوعہ نسخہ کے بندوں کے نمبر شمار دیئے گئے ہیں۔ جس نسخہ میں جو بند موجود نہیں ہے وہاں صفر (۰) درج کیا گیا ہے۔

[۱/۱] (قلمی/مطبوعہ) (۱)

گردوں پہ جب کھلا علم زر فشانِ صبح
ہونے [۱] لگا اُفق سے نمایاں نشانِ صبح
شاخوں پہ نغمہ سنج ہوئے طائران صبح
اکبرؑ نے دی سپاہ خدا میں اذان صبح
آگاہ تھے جو راہ حصولِ ثواب سے
اُٹھے سب آنکھیں ملتے ہوئے فرش خواب سے

(۱) لگے

[۲/۲] (۲)

خیمے کے در سے اک نے فلک پر نگاہ کی
اک تشنہ لب نے سرد ہوا کھا کے واہ کی
بستر لپیٹ کر کسی جاگے نے آہ کی
دیکھی کسی نے غور سے کثرت سپاہ کی
نکلے دلیر عہد وفا باندھتے ہوئے
ڈیوڑھی پہ آئے بند قبا باندھتے ہوئے

[۳/۳] (۳)

ڈنکوں پہ صبح دم کی جو چوٹیں پڑیں اُدھر
ضربِ تیمُّمی سے بجیں نوبتیں ادھر
آئی نہ شکل آب وضو جب کوئی نظر
مارے سبھوں نے ہاتھ تاسف سے خاک پر
مطلب یہ تھا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے
پانی نہیں وضو کو تو دنیا [۲] میں خاک ہے

[۴/۴] (۴)

تھا ہر جری نماز سحر کے شتاب میں
کپڑے پہن رہا تھا کوئی اضطراب میں
سب چوُر تھے ولائے ولایت مآب میں
لشکر سے بڑھ گیا تھا کوئی سعی آب میں
کہتے تھے کچھ تو آب کی ہم جستجو کریں
یہ عزم ہے کہ نہر پہ جاکر وضو کریں

(۲) میں

[۵/۵] (۵)

دو دن کی پیاس میں وہ زباں کی طلاقتیں
فاقے میں تین دن کے وہ رخ کی بشاشتیں
باتیں حدیث جن کی، سخن جن کے آیتیں
مرغوب شاہ جو وہ زباں میں فصاحتیں
حسن بیاں کو اہل بلاغت سے پوچھئے
باتوں میں جو مزا تھا وہ حضرت سے پوچھئے

[۶/۶] (۶)

وہ رعب چتونوں میں وہ ہیبت کہ الحذر
آنکھیں غزال ان کی، مگر شیر کی نظر
جنگ آزما، دلیر، اولوالعزم، پُر جگر
واقف کلامِ حق سے، حدیثوں سے باخبر
بے چین حسرتوں میں وصال و وصول کی
قرآں زباں پہ، کانوں میں باتیں رسولؐ کی

[۰/۷] (۷)

گاڑے تھے رزم گاہ میں پائے ثبات سب
سرمایۂ حیاتِ شہ کائنات سب
ازبر مسائل سُنن و واجبات سب
دانائے شکیات و وضو وصلوٰت سب
نزدیک تھا کہ غم سے کلیجہ لہو کریں
اشکوں سے بس نہ تھا کہ نمازی وضو کریں

[۷/۸] (۸)

جُٹّی بھویں وہ جن سے خجل ماہ یک شبہ
سجدوں کے وہ نشان، رخوں کا وہ کوکبہ
فوجوں کو جو دبائے وہ شیروں کا دبدبہ
گہہ سر سوئے فلک، کبھی پہروں مراقبہ
کہتے تھے جاں نثار تو جنت میں سوئیں گے
کیا گذرے گی حسینؑ پہ جب ہم نہ ہوئیں گے

[۸/۹] (۹)

مہرو کوئی حسیں تو کوئی آفتاب رو
وہ مرتبہ،[۱] وہ شان، وہ شوکت،[۲] وہ آبرو
مصحف عذار کوئی، تو کوئی کتاب رو
اک تازہ آئینہ تھے وہ با آب و تاب رو
جلوہ تھا اس کے حسن کا اس روئے نیک میں
منھ صاف ایک کا نظر آتا تھا ایک میں

[۹/۱۰] (۱۰)

اُلٹا جہاں، جو دانتوں میں غصہ سے لب دبے
یہ بھی دبیں جو ابن امیر عرب دبے
جب یہ بڑھے تو فوجوں میں سب بے ادب دبے
لشکر دبا ہوا تھا غضب کے تھے دبدبے
ہلچل نہ کیوں ہو فوج ضلالت پناہ میں
اسّی اسد ٹہل رہے تھے رزم گاہ میں

[۱۰/۰] (۱۱)

وہ گورے گورے جسم، قبائیں وہ شبنمی
گرمی کا تو نچوڑ مگر آب کی کمی!
لب خشک اور نہ چشم میں ہے نام کو نمی
راتوں کو جاگنے کی وہ چہروں پہ برہمی
آنکھیں غضب سے غازیوں کی لالہ رنگ ہیں
چتون سے یہ عیاں ہے کہ جینے سے تنگ ہیں

[۱۱/۱۱] (۱۲)

یوں آزمودہ کار وہ ہنگام رُستمی
تلوار جس طرح سے کوئی ہو کسی دَمی
پلکیں تھیں وہ کہ تھی صف ہیجا[۳] کہیں جمی
فوجیں بھگائیے یہ دلوں میں ہماہمی
ابرو پہ بل تھے برچھیوں والوں کو دیکھ کر
بپھرے ہوئے تھے شیر غزالوں کو دیکھ کر

(۱)دبدبہ (۲)صولت (۳)میں برہمی

[۰/۱۲] (۱۳)

وہ کہنہ کار جن کے وغا میں یہ سن ہوئے
مداح جن کے بادشہ اِنس و جن ہوئے
راتیں انہیں شباب کی پیری کے دن ہوئے
حد سے بڑھے جوان تو برہم مسن ہوئے
کہتے تھے غول جنگ میں بھاگے ہوں تو سہی
لڑنے میں ہم جوانوں سے آگے ہوں تو سہی

[۱۲/۰] (۱۴)

ناگاہ غل ہوا شہ گردوں رکاب آئے
پردہ حرم سرا کا اُٹھا لو جناب آئے
یوں یاوروں میں سبط رسالت مآب آئے
تاروں میں جس طرح سے نظر ماہتاب آئے
لامع جو نور چہرۂ پُرنور ہوگیا
رنگِ سحر بھی شرم سے کافور ہوگیا

[۱۳/۰] (۱۵)

سجادے پر امام فلک بارگاہ آئے
بہر سلام صبح رفیقان شاہ آئے
خیمے میں یوں حضور بصد عزّ وجاہ آئے
گویا پئے نماز رسالت پناہ آئے
ضو ماہ و آفتاب کی نظروں سے گر گئی
صورت رسولؐ پاک کی آنکھوں میں پھر گئی

[۱۴/۰] (۱۶)

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ مکبّر نے جب کہا
اُٹھا پئے نماز دو عالم کا پیشوا
وہ سب کی قرأتیں وہ سماعت وہ اقتدا
کہتی تھی بندگی کہ یہ ہے طاعت خدا
وصف ان کا جن و انس و ملک سے رقم نہ ہو
ڈھونڈھیں تو حشر تک یہ جماعت بہم نہ ہو

[۱۵/۱۳] (۱۷)

فارغ نماز سے جو سپاہ خدا ہوئی
روشن جمال شاہ سے دولتسرا ہوئی
جان آگئی قبول ہر اک کی دعا ہوئی
تیاری لوائے ظفر استوا[1] ہوئی
پٹکا تو آنکھیں ملنے کو تھا سب کے ہاتھ میں
چوب علم تھی حضرت زینبؑ کے ہاتھ میں

[۱۶/۰] (۱۸)

تکتی تھی غور سے کوئی رایت کی عز و شاں
بوئے رسول پاکؐ سے مہکا تھا سب جہاں
ہر جا علیؑ کے ہاتھ کے پیدا تھے جو نشاں
آنکھوں سے مل رہی تھیں پھریرے کو بی بیاں
مضطر تھے اہلبیتؑ تو سب اس خیال میں
وہ اور کچھ تھا روتے تھے شہہ جس خیال میں

[۱۷/۰] (۱۹)

سلجھا کے تار کوئی تو سہرا چڑھا گئی
کوئی بلائیں لے کے علم کو ہلا گئی
رعشہ ہوا کسی کو کوئی تھرتھرا گئی
اصغرؑ کی آنکھ سے کوئی پٹکا لگا گئی
روئی وہ منھ کو شاہ کی جانب سے موڑ کے
چلّہ یہ باندھنے لگی بالوں کو توڑ کے

[۰/۱۴] (۲۰)

کھولے ہوئے سروں کو تو رانڈیں تھیں سب بہم
حضرت بغور دیکھتے تھے صورتِ حرم
تھا (کثرت عطش) سے جو اطفال میں نہ دم
بچوں (کو لا) کے ڈال دیا تھا تہہ علم
مطلب یہ اس سے تھا کہ جبیں سرفراز ہوں
عمریں نشان کی برکت سے دراز ہوں

(۱) استوا

(۲۱) [۱۸/۱۵]

روتے تھے اہلبیتؑ [۱] محمدؐ تو زار زار
شوق علم میں عونؑ و محمدؐ تھے بے قرار
بل کھا رہے تھے دوش پہ گیسوئے تابدار
دامن کمر میں ہاتھ میں تیغیں تھیں استوار
پیدا رُخوں سے شوکت شیر الٰہ تھی
گہہ ماں کی سمت گاہ علم پر نگاہ تھی

(۲۲) [۱۹/۱۶]

ٹہلے کبھی تو جوش میں اور گاہ دم لیا
گہہ منھ سے نام جعفر عالی ہمم لیا
ثابت تھا کوئی دم میں ظفر نے قدم لیا
اب کی یہ اپنی جا سے بڑھے اور علم لیا
حضرت کو مژدۂ ظفری دے کے آئیں گے
بڑھنا یہ کہتا تھا کہ علم لے کے آئیں گے

(۲۳) [۲۰/۱۷]

ناگہ علم نے صحن میں رونق فزائی کی
حسرت تھی خود نشان کو بھی پیشوائی کی
نکلا علم، عروس نے یا رونمائی کی
چمکے نصیب بخت رسا نے رسائی کی
ثابت ہوا نشاں جو زمیں سے اُٹھا لیا
معشوق سروقد کو گلے سے لگا لیا

(۲۴) [۰/۱۸]

آنکھوں میں گاہ پھر گئی صورت لڑائی کی
گہہ شان دیکھی پیار سے بھائی نے بھائی کی
اللہ رے آرزو اُنہیں زور آزمائی کی
رایت اٹھا کے دیکھ لی قوت کلائی کی
کہتے تھے یونہی پاؤں نہ گاڑے ہوں تو سہی
نخل ستم یونہی نہ اُکھاڑے ہوں تو سہی

(۲۵) [۲۱/۱۹]

[۲] زینب کے لاڈلوں کو جو شوق لوا ہوا
برہم مزاج دخترِ خیرالنسا ہوا
فرمایا خیر تو ہے نیا ماجرا ہوا
اچھے بھلے ابھی تھے یکایک یہ کیا ہوا
حیران ہوں کیوں نہ شرم و خجالت سے گڑ گئے
رایت کا دیکھنا تھا کہ تیور بگڑ گئے

(۲۶) [۲۲/۲۰]

جب سے علم نکلنے کی دیکھی ہے ہَول جَول
بگڑے ہوئے میں دیکھتی ہوں تیوروں کے ڈول
کیوں نا! مرے تمہارے یہی تھا قرار و قول
بچو تمہاری باتوں سے آتا ہے مجھ کو ہول
ہے آج ادّعا علم باوقار کا
دعویٰ کروگے کل مری جاں ذوالفقار کا

(۲۷) [۲۳/۲۱]

گردانتے سے دامنوں کے کیا مآل ہے
زلفوں کا پیچ و تاب میں کیوں بال بال ہے
صورت سے آشکار علیؑ کا جلال ہے
ماں کے بھی کچھ ملال کا تم کو خیال ہے
پوچھا نہ یہ کہ کون سی ایذا [۳] و غم میں ہو
ماموں پہ کچھ ہو، تم تو خیال علم میں ہو

(۲۸) [۲۴/۲۲]

مجھ کو بھلی لگی [۴] نہ تمہاری [۵] یہ آن بان!
ماں کی نصیحتوں کا [۶] تمہیں کچھ رہا نہ دھیان
میں خوب جانتی ہوں جو دل میں ہے میری جان!
اس سن میں اور پیچ کی باتیں خدا کی شان
ماں برہمی طبع کو بھی جانتی نہیں؟
روئی ہوئی بھی آنکھ کو پہچانتی نہیں؟

(۱) رسالت

(۲) دونوں دلاروں کو جو شوق لوا ہوا (۳) سے اندوہ (۴) یہ (۵) نہ (۶) رہا کچھ نہ تم کو

[۲۵/۲۳] (۲۹)

اتنا(۱) نہیں خیال کہ ماموں پہ ہیں الم
سن کر یہ کیا کہیں گے (۲)شہ آسماں حشم
اس کے علاوہ مجھ کو یہ حیرت ہے دم بدم
حیدرؑ جسے اٹھاتے تھے (۳)اٹھے گا وہ علم
یہ کام غیر بازوئے سرورؑ کسی کا ہے؟
سمجھے ہو کھیل جس کو وہ رایت علیؑ(۴) کا ہے

[۲۶/۲۴] (۳۰)

اتنا تو سمجھو منھ سے نکالا کلام کیا
ماں دُکھ زدی کو (۵)دیتے ہیں ہم یہ پیام کیا
سن کر اسے کہے گا ہر اک خاص و عام کیا
لوگو! اچھوتی چیز سے بچوں کو کام کیا
کچھ تو کہو کہ کوئی بھی اس میں فلاح (۶) تھی
کیسا یہ مشورہ تھا(۷) یہ کیسی صلاح (۸)تھی

[۰/۲۵] (۳۱)

بالفرض اگر علم بھی سنبھلا تو کیا کیا
رنج و غم و ملال بھی ٹالا تو کیا کیا
ارمان بھی دلوں کا نکالا تو کیا کیا
پایا بھی گر یہ عہدۂ بالا تو کیا کیا
حسرت مجھے یہ ہے نہ کبھی دردمند ہو
رایت کی طرح نام تمہارا بلند ہو

[۲۷/۲۶] (۳۲)

بتلاؤ کچھ خیالِ شہِ بحر و بر بھی ہے
تم دونوں میں نگاہ کسی کی اُدھر بھی ہے
باتیں تو ہیں علم کی کسی پر نظر بھی ہے
چھوٹی بہو علیؑ کی کھڑی ہے، خبر بھی ہے
کوئی نہ صورت الم و یاس دیکھ لے
سرکو، کہیں نہ زوجہ عباسؑ دیکھ لے

(۱) آتا (۲) شہنشاہ باکرم (۳) یہ ہے وہی (۴) نبیؐ (۵) دے رہے ہو (۶) ہے (۷) ہے (۸) ہے

[۲۸/۲۷] (۳۳)

آفت میں ہے مسافر صحرائے کربلا
فوجوں پہ فوجیں آتی ہیں محشر ہے اک بپا
سید ہے تین دن سے مصیبت میں مبتلا
کیوں ان گنُوں پہ شہ کی غلامی کا ادّعا
پاس سخن نہ فکر شہ کائنات(۹) ہے
دنیا میں سب برا کہیں اچھی تو(۱۰) بات ہے

[۰/۲۸] (۳۴)

رکھتی نہیں علم کا اگر انتظار آنکھ
پڑتی ہے کیوں نشان پہ پھر بار بار آنکھ
انسان کی کہیں پہ تو ہو شرمسار آنکھ
عباس سے کروں گی میں کس طرح چار آنکھ
افسوس شرمسار زمانے سے جاؤں گی
اب منھ میں چھوٹے بھائی کو کیوں کر دکھاؤں گی

[۲۹/۲۹] (۳۵)

اُلٹا ہے(۱۱) آستینوں کو ہے شوق اس قدر
باتیں ہیں(۱۲) مجھ سے اور علم کی طرف نظر
تھی(۱۳) کچھ نہ فکرِ اخذِ علم یہ سہی مگر
رکھو تو سر پہ ہاتھ مرے سچ ہے یہ اگر
واقف ہے ماں بھی بیٹوں کی باتوں کے پھیر سے
سنتی تھی میں صلاح جو ہوتی تھی دیر سے

[۰/۳۰] (۳۶)

اس عمر میں یہ جوشِ شجاعت یہ ولولے
یہ عزم یہ ارادۂ محکم یہ حوصلے
ناشاد ماں کا غم سے کلیجہ نہ کیوں جلے
تدبیر وہ کرو کہ بلا شاہ کی ٹلے
بھالے اٹھاؤ شمرِ فسون ساز کے لئے
نیزے علم سے کم نہیں جانباز کے لئے

(۹) خوش صفات (۱۰) یہ (۱۱) الٹے ہو (۱۲) تھیں (۱۳) ہے

(۳۷) [۳۰/۳۱]

اچھا ملا بھی فوج خدا کا اگر نشان
اپنے کو یا علم کو سنبھالوگے میری جان
حالت[1] پہ کچھ نظر ہے نہ اپنے قویٰ پہ دھیان
نام خدا، یہ سن، یہ ارادے، یہ آن بان
وسواس کی جگہ ہے نہ کیوں واہمہ کروں
ٹھنڈا اگر علم ہو تو اس وقت کیا کروں

(۳۸) [۰/۳۲]

مجھ کو یہ پیچ پانچ کی باتیں ہیں ناپسند
وہ مرد ہے نہ ہو جو کسی غم میں دردمند
جل جائے (اتنے زور الم و) غم سے بند بند
نکلے (مگر نہ) منہ سے صدا صورت سپند
طالب ہو گر جہان میں عز و وقار کے
مر جاؤ آج فوج کو تلواریں مار کے

(۳۹) [۳۱/۳۳]

گر مرد ہو تو صدمہ و آلام و غم اُٹھاؤ
بیٹھو فرس پہ ہاتھوں میں تیغ دو دم اُٹھاؤ
آفت پہ آفت اور ستم پر ستم اُٹھاؤ
کرنی ہے طے یہ راہ تو جلدی قدم اُٹھاؤ
روتی ہوں اس لئے میں حزیں پھوٹ پھوٹ کے
ڈرتی ہوں قافلہ سے نہ رہ جاؤ چھوٹ کے

(۴۰) [۰/۳۴]

ہاں وقتِ امتحان ہے ستم پر ستم اٹھاؤ
صدموں پہ صدمے، دکھ پہ دکھ اور غم پہ غم اٹھاؤ
خالی ہیں ہاتھ راہِ طریق عدم اٹھاؤ
مشتاق ہو علم کے تو رنج و الم اٹھاؤ
بے دست جو ہو جعفر طیار ہے وہی
جو آج الم اٹھائے علمدار ہے وہی

(۴۱) [۳۳/۳۵]

اب چاہو میرے سر کی قسم جھوٹ[2] کھا بھی لو
مانوں نہ میں ہزار جو باتیں بنا بھی لو
دل میں یہ تھا[3] خیال کہ زور آزما بھی لو
دامن کمر پہ رکھ کے علم کو اٹھا بھی لو
یہ بھی تمہارے واسطے اک سیر ہوگئی
میں آگئی کہو یہ بڑی خیر ہوگئی

(۴۲) [۳۲/۳۶]

گریہ کہوں، کہ سن کے تقاضے سے یہ ہوا
مسلم کے لال کیوں نہ ہوئے طالب لوا؟
حکم نبیؐ بغیر، نہ جعفرؓ نے بھی لیا
تم کون تھے، جو پاس علم کے گئے بھلا
لو دونوں اک علم کی طرف ساتھ بڑھ گئے
جعفرؓ کی بھی ہوس سے کئی ہاتھ بڑھ گئے

(۴۳) [۳۴/۳۷]

باتیں یہ ہو رہی تھیں بصد صدمہ و محن
اتنے میں آکے کہنے لگے سرورؑ زمن
اک امر لازمی مجھے در پیش ہے بہن
آؤ الگ، تو تم سے کہے کچھ یہ بے وطن
ہر مصلحت میں حق پہ نظر ہو، تو خوب ہے
چھوٹی بہن بھی ساتھ اگر ہو، تو خوب ہے

(۴۴) [۰/۳۸]

خلوت سرا میں آئے یہ کہہ کر شہِ زمن
ہمراہ آئیں زینب و کلثوم خستہ تن
بٹھلا کے دونوں بہنوں کو بولے بصد محن
تکلیف تو ہوئی تمہیں اس وقت اے بہن
شبیرؑ گو کہ موردِ لطفِ عمیم ہے
پر کیا کروں کہ امر ہی ایسا عظیم ہے

(۱) طاقت

(۲) یونہی (۳) تھا یہ

[۰/۳۹] (۴۵)

معلوم ہے تمہیں کہ غریب الدیار ہوں
تم سے خدا گواہ بہت شرمسار ہوں
آفت میں مبتلائے غم و انتشار ہوں
اس پر بھی تم سے عفو کا امیدوار ہوں
شبیرؑ دم میں شامل اہل قبور ہے
بخشو تو کیا تمہاری محبت سے دور ہے

[۰/۴۰] (۴۶)

کی عرض کیا کہا یہ شہ کائنات نے
ٹکڑے دلوں کو کر دیا حضرت کی بات نے
فرمایا کیا یہ رہبرِ راہِ نجات نے
مارا ہمیں اسی نظرِ التفات نے
کیا کہہ رہے ہیں آپ ذرا فکر کیجئے
بہنیں نثار اور کوئی ذکر کیجئے

[۳۵/۴۱] (۴۷)

یہ کہہ کے آس[1] پاس سے سب کو ہٹا دیا
عباسؑ نے بھی خیمے کا پردہ گرا دیا
حضرت نے دل میں سوچ کے کچھ مسکرا دیا
ذکر علم نے بھائی بہن کو ہنسا دیا
خلوت پسند رائے شہ کائنات تھی
بولی بہن کہ واقعی پردے کی بات تھی

[۳۶/۴۲] (۴۸)

بھائی بہن میں ہوتی تھی کچھ گفتگو اُدھر
باہر ٹہل رہے تھے علمدارؑ نامور
تھا اہتمام یہ کہ نہ آئے کوئی اِدھر
مشغولِ مشورہ ہیں شہنشاہِ بحر و بر
سب کو تو منع کرتے تھے حکم حضور سے
پر آپ خود کھڑے ہوئے سنتے تھے دور سے

[۳۷/۴۳] (۴۹)

ان کی یہ شکل اور رفقا کا یہ حال تھا
شائق ہر اک لوائے نبیؐ کا کمال تھا
تجویزیں ہورہی تھیں، جواب و سوال تھا
سب کو بہ اقتضائے خرد اک خیال تھا
کہتے تھے ایسے راز بھی دنیا میں کم کھُلے
نکلیں حضور جلد کہ حالِ علم کھُلے

[۰/۴۴] (۵۰)

کب دیکھئے محل سے امامِ زمان پھرے
کس فرق پر ہمارے سعادت نشان پھرے
یا رب کوئی طریق سے آج آسمان پھرے
(جلدی) کھلے نشاں کہ ہوائے جہان پھرے
پیدا ہزار رنگ ہوں ایک ایک پھول میں
جلدی بہار آئے ریاضِ بتول میں

[۳۸/۴۳] (۵۱)

باتیں ادھر یہ شہ کے رفیقوں[2] میں ہوتی تھیں
زینبؑ سے کہہ رہے تھے اُدھر یہ امامؑ دیں
شب سے عجب طرح کے ہے ضغطے میں یہ حزیں
ہو کون حاملِ علمِ ختم مرسلینؐ
کس کو علم دوں، غم میں کسے مبتلا کروں
کچھ یاں پہ[3] مجھ کو بن نہیں پڑتا[4] کہ کیا کروں

[۰/۴۶] (۵۲)

جب سے یہ فکر ہے عجب اک دل کا حال ہے
ظاہر وصیتِ علوی کا مآل ہے
رنجیدہ ہوں نہ عون و محمد محال ہے
دونوں کا خود مجھے بھی برابر خیال ہے
ساعت وہ کون سی تھی کہ رویا نہیں حسین
شب بھر اسی خیال میں سویا نہیں حسین

(۱) شہ نے

(۲) عزیزوں (۳) بات (۴) پڑتی میں

[۳۹/۴۷]　　(۵۳)

دیتا ہے بھانجوں کو علم گریہ خستہ تن
ہے یہ خیال اک ہے نشاں دو یہ صف شکن[1]
حیراں ہے اس جگہ پہ یہ مظلوم و بے وطن
اب تم علم کے باب میں کیا کہتی ہو بہن
اِس کی خوشی کروں تو اُسے بھی تو غم نہ دوں
ہوگا ملول ان میں سے جس کو علم نہ دوں

[۴۰/۴۸]　　(۵۴)

کیا جانئے مشیت رب علا ہے کیا
اس وقت کی صلاح ہے کیا، اقتضا ہے کیا
مجھ کو یہی ہے فکر کہ یاں پر روا ہے کیا
بتلاؤ اے بہن کہ تمہاری رضا ہے کیا؟
خالق ہر ایک عقدۂ لا حل کو حل کرے
جو تم کہو اسی پہ یہ بیکس عمل کرے

[۴۱/۴۹]　　(۵۵)

زینبؑ نے عرض کی کہ مجھے اس میں دخل کیا
میری وہی رضا ہے جو ہو آپ کی رضا
اتنا مگر کہوں گی میں اے سرور ہدا
قابل ہیں اس نشان کے عباسؑ باوفا
رخ سے نمود شان خدا کے ولی کی ہے
جعفرؑ کا دبدبہ ہے تو شوکت علیؑ کی ہے

[۴۲/۵۰]　　(۵۶)

حیدرؑ ہیں اپنے عہد کے زور آزمائی میں
دیکھیں گے آپ رنگ جو ہوگا لڑائی میں
خشکی میں (ببر، شیر) نرینہ ترائی میں
ایسا جواں نہیں ہے خدا کی خدائی میں
صحرا ہلیں، جبل کو جبل رولنے لگے
گونجے اگر یہ شیر تو رن بولنے لگے

(۱) ہے یہ خیال ایک علم، دو ہیں صف شکن

[۰/۵۱]　　(۵۷)

اُڑتا ہے رنگ خوف سے چرخ کبود کا
دم بند ہے دلیر سے جُند و جُنود کا
ہر سو نہ کیوں سپاہ میں غل ہو درود کا
لاکھوں میں بھی ہے کوئی جوان اس نمود کا
میری رضا وہ ہے جو رضائے حضور ہے
کلثوم سے بھی رائے کا لینا ضرور ہے

[۴۳/۵۲]　　(۵۸)

وہ بولیں میری بھی یہی مرضی ہے یا امام
اب آگے جو صلاح شہنشاہ خاص و عام
فرمایا ہاں مجھے بھی نہیں اس میں کچھ کلام
میں کیا یہی علیؑ کی وصیت[1] بھی تھی مدام
اچھا یہ رائے ہے تو بلاؤ یہاں اُنہیں
خوش ہوں جو اپنے ہاتھ سے تم دو نشاں اُنہیں

[۴۴/۵۳]　　(۵۹)

اکبرؑ سے مڑ کے شہ نے کہا یہ[2] کہ جایئے
چھوٹے چچا کو خیمے میں جلدی بلایئے
کہئے پھوپھی بلاتی ہیں تشریف لایئے
اکبرؑ نے دی صدا کہ چچا جان آیئے
اب رُخ کیا ہے عشرت و عیش و سرور نے
چلئے حضور یاد کیا ہے حضور نے

[۰/۵۴]　　(۶۰)

سنتے ہی اس کلام کے عباس مسکرائے
دولت سرائے شاہ میں سر کو جھکائے آئے
اکبر نے راہ میں یہ سخن رمز کے سنائے
اس کا بھی حق ہے کچھ کہ نہیں، جو بلانے جائے
فرمایا آپ کا یہ سخن ناقبول ہے
احساں نہیں بلاغ تو کارِ رسول ہے

(۱) نصیحت (۲) کہنے لگے شہ

(۶۱) [۴۵/۵۵]

ناگاہ غل ہوا کہ وہ چھوٹے حضور آئے
اکبر بھی ساتھ ساتھ بفرح و سرور آئے
بھائی کی پیشوائی کو شاہ غیور آئے
ہمراہ لے کے آپ بہن کے حضور آئے
فرمایا سر کو شرم و حیا سے جھکائے ہیں
تم نے انہیں بلایا تھا زینبؑ یہ آئے ہیں

(۶۲) [۴۶/۵۶]

زینبؑ نے مسکرا کے کہا پاس آیئے
شان و شکوہ فوج ستم کو دکھایئے
میداں میں بن کے جعفر طیار جایئے
لیجے نشان فوج خدا کا[1] اُٹھایئے
رکھتے ہیں وہ خیال بڑوں کا جو خُرد ہیں
حضرت خدا کے بعد تمہارے سپرد ہیں

(۶۳) [۰/۵۷]

غازی نے عرض کی کہ نگہباں ہے ذوالجلال
مضطر نہ ہوں حضور خدا ہے شریک حال
رکنِ رکین کعبۂ دین ہے علیؑ کا لال
دیکھے نگاہِ بد سے کوئی شہ کو کیا مجال
اقبال سے حضور کے جائے خطر نہیں
فوجیں بھگا نہ دوں تو علیؑ کا پسر نہیں

(۶۴) [۴۷/۵۸]

یہ ذکر تھا کہ فوج میں باجے بجے اُدھر
قرنا کے غلغلے سے ہلے کوہ و دشت و در
خیمے میں آکے اکبرؑ مہرو نے دی خبر
فوجیں قریب آگئیں یا شاہ بحر و بر
لازم ہے کوئی سدِّ رہ فوج شام ہو
ہم بھی بڑھیں ادھر سے جو حکم امام ہو

(۱) کو

(۶۵) [۴۸/۵۹]

غل ہے صفوں میں ابن شہ قلعہ گیر آئے
فوج امام دیں کے مقابل شریر آئے
جب تک کہ باہر ابن جناب امیرؑ آئے
اتنے میں دوسری خبر آئی کہ تیر آئے
واں مورچے جو[2] بانی شر باندھنے لگے
جلدی سے اٹھ کے شاہ کمر باندھنے لگے

(۶۶) [۰/۶۰]

ہتھیار تن پہ سج کے شہِ انس و جاں چلے
رانڈوں میں غل ہوا کہ امامِ زماں چلے
ہمراہِ شاہ اکبر ابرو کماں چلے
عباسِ نامور بھی جھکائے نشاں چلے
غم کی چھری ہر اک کے کلیجے پہ چل گئی
گویا بہار تھی کہ چمن سے نکل گئی

(۶۷) [۴۹/۶۱]

ڈیوڑھی پہ غل ہوا کہ شہ خاص و عام آئے
خدام بارگاہ پئے اہتمام آئے
مثل نسیم سب[3] فرس تیز گام آئے
پردہ اُٹھا، امام فلک احتشام آئے
نور جبیں سے دیدۂ حق بیں[4] جو کور تھا
ہر سو جہاں پناہ سلامت کا شور تھا

(۶۸) [۵۰/۶۲]

گھوڑے پہ اس شکوہ سے سلطان دیں چڑھے
جس حسن سے کہ خاتم زر پر نگیں چڑھے
گھوڑوں پہ ناصرانِ امام مبیں چڑھے
گردوں کا رُخ کئے تھے وہ گھوڑے زمیں چڑھے
پریوں کی تھی صدا کہ یہ اڑنے میں طاق ہیں
کہتی تھی برق بھی کہ یہی تو براق ہیں

(۲) مورچوں کو (۳) جب (۴) بدخواہ

[۵۱/۶۳] (۶۹)

میداں کو(۱) جب سواری شاہ ہدا چلی
غنچوں نے دیں چٹک کے صدائیں صبا چلی
جلدی میں یوں جہاد کو فوج خدا چلی
جنگل میں مرکبوں کی ڈپٹ سے ہوا چلی
غنچوں کی طرح نقش قدم کھِل کے رہ گئے
اُٹھا غبار دشت و شجر(۲) ہل کے رہ گئے

[۵۲/۶۴] (۷۰)

پہنچے جو اس شکوہ سے شہ رزم گاہ میں
کثرت سپاہ کی نہ سمائی نگاہ میں!
باجے بجے (۳)یزید کی جنگی سپاہ میں
تیر آئے فوج بادشہ دیں پناہ میں
رخصت کے شور فوج شہ دیں میں پڑ گئے
کھائے جو زخم شیروں کے تیور بگڑ گئے

[۵۳/۶۵] (۷۱)

لے لے کے اذن جنگ چلے جب وہ منچلے
لاکھوں کے ایک اک نے کئے تنگ حوصلے
مرنے پہ جان دیتے تھے اللہ رے ولولے
آخر کو منکے (۴)ڈھل گئے وہ دوپہر ڈھلے
حال آفتابِ فاطمہؑ کا غیر ہوگیا
تا ظہر سب کا خاتمہ بالخیر ہوگیا

[۵۴/۶۶] (۷۲)

اس دم عجب تھی شہ کو پریشانی حواس
پٹ پر وہ بن، وہ دھوپ وہ گرمی وہ لو وہ پیاس
لاشوں بغیر اور نہ تھا کوئی آس پاس
آخر کو آئے خیمے میں ملنے بدرد و یاس
فرمایا غیر شکر زباں آشنا نہ ہو
جلدی ملو بہن کہ مسافر روانہ ہو

(۱)میں (۲)جبل (۳)نبرد کے (۴)ڈھلنے لگے

[۰/۶۷] (۷۳)

بہرِ وداع سید سجاد کو جگاؤ
فرمایا پھر سکینہ سے بی بی ادھر تو آؤ
ملنے کو آئیں بانوے ناشاد کو بلاؤ
مرنے میں دیر ہوگئی جلدی سلاح لاؤ
خونخوار منتظر ہیں مرے فوج شام میں
اس سے سوا نہ دیر ہو امت کے کام میں

[۰/۶۸] (۷۴)

چھریاں یہ سن کے بی بیوں کے دل پہ چل گئیں
سر کھل گئے ردائیں سروں سے جو ڈھل گئیں
بیجان جسم ہوگئے جانیں نکل گئیں
حضرت نے جب نگاہ ادھر کی سنبھل گئیں
گو تیر غم نکل گئے سینوں کو توڑ کے
جلدی سے اشک پونچھ لئے منھ کو موڑ کے

[۵۵/۶۹] (۷۵)

(۵)فرمایا ہاں غضب ہے جو تم اشکبار ہو
آلِ رسولؐ پاک کو یہ اضطرار ہو
بولی بہن کہ دل کو بھی تو کچھ قرار ہو
مرنے ہی کی(۶) ٹھہر گئی زینب نثار ہو
شیعہ جہاں ہوں خط انہیں تحریر کیجئے
زینب نثار کوئی تو تدبیر کیجئے

[۰/۷۰] (۷۶)

فرمایا کچھ کہوں میں جو دل تھام لو بہن
آفت میں صبر و شکر سے اب کام لو بہن
دل پر عبث نہ تم غم و آلام لو بہن
لے جائے خط جو اس کا بھی تو نام لو بہن
موزے پہن کے کہنے لگیں خستہ تن تو ہے
کوئی اگر رہا نہیں بھائی بہن تو ہے

(۵)افسوس کی جگہ ہے کہ تم۔۔۔۔۔(۶)کی کیا

[۰/۷۱] (۷۷)

چادر کے کھولنے میں یہ کہتی تھیں دمبدم
کیا جانے کیا سمجھتے ہیں مجھ کو شہِ امم
کھاتی ہوں میں اسی سرِ پر نور کی قسم
مٹ جائے .... نہ ہو آپ کا جو دم
قریوں سے ہاتھ جوڑ کے لوگوں کو لاؤں گی
جنگل میں فرسخوں انہی قدموں سے جاؤں گی

[۰/۷۲] (۷۸)

جب کچھ ہوا نہ مجھ سے تو میں در بدر تو ہوں
آفت جو آپ پر ہو تو میں نوحہ گر تو ہوں
باقی نہ جب ہو کوئی تو میں نامہ بر تو ہوں
یہ دم بچے میں دخترِ زہرا ہوں گر تو ہوں
مضطر وہ کیا جو چین کہیں ایک گام لے
فضہ سے کہئے بس کہ مرا ہاتھ تھام لے

[۰/۷۳] (۷۹)

سب سے یہی کہوں گی فلک کی ستائی ہوں
پیدل میں اس ضعیفی میں کوسوں سے آئی ہوں
لازم ہے تم کو پاس کہ زہراؑ کی جائی ہوں
نامہ حسینؑ ابن علیؑ کا میں لائی ہوں
اب بیٹھنا روا نہیں تم سب کو گاؤں میں
سید کو چھوڑ آئی ہوں تیغوں کی چھاؤں میں

[۰/۷۴] (۸۰)

بیکس امیر شام کی فریاد لائی ہے
صحرائے کربلائے معلّٰی سے آئی ہے
لاکھوں کی (ایک) پیاسے پہ بن میں چڑھائی ہے
اے ساکنانِ پرگنہ و دہ دوہائی ہے
نکلو گھروں سے تیغوں سے ملنے گلے چلو
بیٹھے ہو جس طرح یونہی اٹھے چلے چلو

[۵۶/۷۵] (۸۱)

فرمایا صبر و شکر سے رُتبے بلند ہیں
زیبا انہیں کو ضبط[1] ہے جو دردمند ہیں
گھیرے ہوئے چہار طرف خودپسند ہیں
زینبؑ! حسینؑ قید ہے، راہیں بھی بند ہیں
بس بس تمہاری باتوں نے مارا حسینؑ کو
بے تیغ کھینچے اب نہیں چارا حسینؑ کو

[۰/۷۶] (۸۲)

رُخ کی بلائیں لے کے یہ بولی وہ نیک نام
اک عرض اور کرتی ہوں یا شاہِ تشنہ کام
مشہورِ روزگار ہے اے سرورِ انام
عورت کا سب جہان میں کرتے ہیں احترام
شاید کوئی تملق و منت قبول ہو
اور وہ علی الخصوص جو بنتِ رسولؐ ہو

[۰/۷۷] (۸۳)

گو وہ نہیں یہی سہی اے دلبر رسولؐ
فوجوں میں جائے اوڑھ کے چادر یہ دل ملول
شاید کریں خیال ستم پیشہ و جہول
لازم ہے تم کو پاس کہ ہوں دخترِ بتولؑ
بنت علیؑ پہ لطف ومدارات بھی رہے
سید کے خون سے بھی بچیں بات بھی رہے

[۰/۷۸] (۸۴)

جاؤں گی غول میں سپہ شام و روم کے
در آؤں گی میں بیچ میں اک اک ہجوم کے
دل ہوں گے موم نوفل و خولی شوم کے
منت کروں گی شمر کے ہاتھوں کو چوم کے
حضرت نہ میرے کام میں پھر کچھ خلل پڑیں
گر ایک شمر خس کے آنسو نکل پڑیں

---
(۱) درد

(۸۵) [۰/۷۹]

حضرت یہ طرزِ نوحۂ بنتِ بتولؑ ہے
بھائی پہ کیوں ہجوم سپاہِ جہول ہے
تشنہ دہان و فاقہ کش و دل ملول ہے
اے قوم! ابن فاطمہؑ سبطِ رسولؐ ہے
خوش ہو ثباتِ عالم ناپائیدار سے
للہ ہاتھ اٹھاؤ غریب الدیار سے

(۸۶) [۸۷/۸۰]

یہ ذکر تھا کہ سامنے سجادؑ زار آئے
جلدی پکڑ کے ہاتھ یہ شہ نے سخن سنائے
بیٹھو کہ تم کو غش کہیں اے لال آ نہ جائے
بیمار نے کہا کہ غضب کیا ہوا یہ ہائے
(۱) آخر یرش ہوئی سپہ بد نہاد کے
افسوس ہے کہ ہم نہیں قابل جہاد کے

(۸۷) [۰/۸۱]

میدان میں سب عزیز تو مرنے کو جا چکے
فاقوں میں زخم تیغ و سناں تن پہ کھا چکے
رن میں سب اپنی اپنی شجاعت دکھا چکے
ہم بے نصیب رہ گئے سب کام آچکے
یہ کیا ہوا وہ مہر و محبت کدھر گئی
باتیں تھیں صلح کی کہ لڑائی ٹھہر گئی

(۸۸) [۵۸/۸۲]

شہ نے کہا ستائیں ستمگر تو کیا کروں
مانیں کسی طرح نہ بد اختر تو کیا کروں
نزدیک خیمہ آئے جو لشکر تو کیا کروں
مجبور کردیا، نہ لڑوں گر تو کیا کروں
بجتے ہیں طبل جنگ، نشاں ہیں گڑے ہوئے
سجادؑ اب علاج نہیں بے لڑے ہوئے

(۱) کیسے ستم ہوئے

(۸۹) [۰/۸۳]

وہ کون ہے جو مجھ پہ سناں تانتا نہیں
سمجھاؤں کس کو بات کوئی مانتا نہیں
بندہ کوئی خدا کا مجھے جانتا نہیں
سبط رسولؐ کو کوئی پہچانتا نہیں
اک بیکس (و) غریب کو سب گھیر لیتے ہیں
کرتا ہوں میں جو بات تو منھ پھیر لیتے ہیں

(۹۰) [۵۹/۸۴]

لاکھوں کو اک غریب کا ڈر ہو تو خاک ہو
پسپا ہجوم لشکر شر ہو تو خاک ہو
(۱) پتھر ہیں سب کے قلب، اثر ہو تو خاک ہو
(۲) بیکس کے درد دل کی خبر ہو تو خاک ہو
بلواکے پاس گھر سے مجھے دور کردیا
مختار کائنات کو مجبور کردیا

(۹۱) [۰/۵۸]

تنہا کا کوئی سینہ سپر ہو تو کس طرح
مسدود بابِ فتنہ و شر ہو تو کس طرح
قومِ بنی اسد کا گذر ہو تو کس طرح
اہل یمن کو میری خبر ہو تو کس طرح
رستے ہیں بند ظلم و ستم کا یہ حال ہے
شبیرؑ کی کسی کو خبر ہو محال ہے

(۹۲) [۰/۸۶]

بے آب تشنگی میں بسر ہو تو کس طرح
خنجر سے خشک حلق نہ تر ہو تو کس طرح
تنہا کو لشکروں پہ ظفر ہو تو کس طرح
بیٹا مہم جہاد کی سر ہو تو کس طرح
تا دوست زندگی میں نہ ہوگا گذر کبھی
جب تک یہ سر ہے معرکہ ہوگا نہ سر کبھی

(۱) مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع چوتھا مصرع ہے (۲) مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع تیسرا مصرع ہے

[۰/۸۷] (۹۳)

اب مختصر سی ایک حکایت مری سنو
سجاد کان دھر کے نصیحت مری سنو
پابند صبر رہیو مصیبت مری سنو
کم رہ گیا ہے وقت وصیت مری سنو
تم کو کھلے گا حال ابھی قسمت کے پھیر کا
اس سے زیادہ حکم نہیں مجھ کو دیر کا

[۰/۸۸] (۹۴)

جانا جو ہو یہاں سے وطن اے فلک مقام
سجادؑ رونے والوں کو کہنا مرا سلام
اوراس کے بعد دیجیو بیکس کا یہ پیام
بھولیں نہ میرے نام کو دنیا میں خاص و عام
ایسا کرے گا جو وہی آرام پائے گا
تربت میں بھی یہ نام بہت کام آئے گا

[۰/۸۹] (۹۵)

اس کے علاوہ دیجیو یہ بھی مرا پیام
بیکس دمِ اخیر غضب کا تھا تشنہ کام
پانی پئیں تو یاد کریں مجھ کو خاص و عام
سجاد سب سے بڑھ کے یہ ہے آخری کلام
بیکس کو آخرت کا تصور ضرور ہے
سب سے حسینؑ طالبِ عفوِ قصور ہے

[۶۰/۹۰] (۹۶)

یہ ذکر تھا کہ طبل پہ چوبیں(۱) پڑیں اُدھر
فرمایا آپ نے کہ خدا حافظ اے پسر
مڑ کر چلے جو در کی طرف شاہ بحر و بر
روتے چلے(۲) عقب میں حرم بھی بچشم تر
شبیرؑ یوں خدا سے طلب گار عون ہیں(۳)
دیکھا نہ مڑ کے آپ نے پیچھے کہ کون ہیں(۴)

[۶۱/۹۱] (۹۷)

خیمے سے رن کو جب شہ گلگوں کفن چلے
معراج کو رسولؐ سر انجمن چلے
تلوار تولتے ہوئے شاہ زمنؑ چلے
خیبر کے در کو کھولنے خیبر شکن چلے
فرمایا لاؤ منتظر راہوار ہوں
حکم الٰہ ہے کہ میں جلدی سوار ہوں

[۶۲/۹۲] (۹۸)

فرمایا پھر اشارے سے جلدی عقاب لاؤ
اک غل ہوا کہ توسنِ صرصر خطاب لاؤ
رخش گہرعنان و جواہررکاب لاؤ
حضرت کھڑے ہیں دھوپ میں گھوڑا شتاب لاؤ
طبع جہاں پناہ دو عالم ملول ہے
کب سے پیادہ راکب دوش رسولؐ ہے

[۶۳/۹۳] (۹۹)

رشک نسیم وغیرت کبک دری کو لاؤ
سیاح ہفت گلشن نیلوفری کو لاؤ
ہاں جلد رہرو فلک اخضری کو لاؤ
برہم ہے طبعِ فخرِ سلیمانؑ پری کو لاؤ
دنیائے دوں نگاہ میں اندھیر ہوگئی
اتنی فرس کے آنے میں کیوں دیر ہوگئی

[۶۴/۹۴] (۱۰۰)

اصطبل سے فرس کے اب آنے کو دیکھئے
سینے سے تھوتھنی کے ملانے کو دیکھئے
ایک ایک گام ناز سے جانے کو دیکھئے
راکب کو سر ہلا کے بلانے کو دیکھئے
مطلب یہ تھا بہارِ ریاضِ بتولؐ آئے(۵)
حاضر فرس ہے راکب دوشِ رسولؐ آئے(۵)

(۱) چوٹیں (۲) حرم بھی عقب میں (۳) تھے (۴) تھے

(۵) آ

[۶۵/۹۵] (۱۰۱)

لو پاس آکے ناز کئے وہ عقاب نے
دامن[۱] کمر میں ہٹ[۲] کے رکھا لو جناب نے
آنکھوں[۳] میں لو قدم کو جگہ دی رکاب نے
لو دی وہ زین زر کو ضیا آفتاب نے
غل تھا چلے جو رخش، جہاں کی ہوا پھرے
دُم ہو چنور تو سر پہ نہ کیوں کر ہما پھرے

[۶۶/۹۶] (۱۰۲)

وہ رخش اور وہ شان رُخ پر عتاب کی
تھی چاندنی کے پھول میں رنگت گلاب کی
حیدرؓ کا دبدبہ تھا کہ سطوت جناب کی
سر پر چنور بنی تھی شعاع[۴] آفتاب کی
پایا سبک کہیں فلک کج مدار کو
میزاں میں جب رکاب نے تولا وقار کو

[۶۷/۹۷] (۱۰۳)

گلگوں چلا جو چال کو قصداً بگاڑ کے
پھولوں نے لیں بلائیں گریباں کو پھاڑ کے
پیچھے چلی نسیم[۵] جو گلشن اجاڑ کے
بولی صبا میں جاتی ہوں دامن کو جھاڑ کے
بس بوئے گل ہی[۶] اس سے نہ[۷] شرما کے رہ گئی
صرصر بھی سر پہاڑ سے ٹکرا کے رہ گئی

[۰/۹۸] (۱۰۴)

قدموں پہ اٹھ کے باد صبا جا بجا گری
چمکے جو نعل برقِ تجلّی نما گری
یاں رہ گئی نسیم چمن واں صبا گری
سایا گرا یہ تھک کے وہ بڑھ کے ہوا گری
پروائیں اس کو کیاں ہوں کسی کے بگاڑ کی
چوٹی دبی تھی پاؤں کے نیچے پہاڑ کی

[۶۸/۹۹] (۱۰۵)

بالکل تھا رنگ باد بہاری کا پاؤں میں
غنچے چٹک رہے تھے قدم کی صداؤں میں
گلگوں چلا ریاضِ جناں کی ہواؤں میں
بھاگی نسیم باغ سے تاروں کی چھاؤں میں
شرمندگی سے آنکھوں کو پھیرے نکل گئی
اچھا ہوا نسیم سویرے نکل گئی

[۶۹/۱۰۰] (۱۰۶)

برق اس کی گرمیوں سے نہ شرمائے کس طرح
عنقا ہو ایک شے تو کوئی پائے[۸] کس طرح
دلبر کی ہو ادا تو نہ دل آئے کس طرح
تڑپے جو دل فراق میں سمجھائے کس طرح
جب تیغ تیز ہجر کلیجے پہ چل گئی
کوسوں صبا تلاش میں اس کی نکل گئی

[۰/۱۰۱] (۱۰۷)

کب سیر صورتِ نظر دوربیں نہ کی
چھانا جہان کو اور حرکت پھر کہیں نہ کی
کب جست صورت اسد خشمگیں نہ کی
کس روز سیر گنبد چرخ بریں نہ کی
میل فلک کریں جو حسینؑ حسیں کبھی
پاؤں کی پتلیاں بھی نہ دیکھے زمیں کبھی

[۷۰/۱۰۲] (۱۰۸)

دیکھے جو حسن پاس سے گلگوں کی یال کے
لیلیٰ بھی روئے ہاتھ کو گردن میں ڈال کے
پریوں کو بھی یہ عشق تھے اس پیاری چال کے
قدموں کے نیچے رکھ دیئے تھے دل نکال کے
آنکھیں جہاں نے پاؤں کے نیچے بچھائی تھیں
یوں پتلیاں قدم کی اسے ہاتھ آئی تھیں

(۱) مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع تیسرا مصرع ہے (۲) ہٹ (۳) مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع دوسرا مصرع ہے (۴) کرن
(۵) شمیم (۶) بھی (۷) تو (۸) لائے

[۰/۱۰۳] (۱۰۹)

دعوا یہ تھا کہ طائر وہم رسا بھی آئے
دم ہو اگر صبا میں تو اچھا صبا بھی آئے
دیکھیں رکاب میں نظر تیز پا بھی آئے
دل میں اگر ہوس ہو تو گرتی ہوا بھی آئے
اُڑ جائیں ہوش آپ کو بھی بھولنے لگے
اے تو سہی کہ ساتھ میں دم پھولنے لگے

[۷۱/۱۰۴] (۱۱۰)

اللہ ری تیزیاں کہ وہ باہر تھا آپ سے
اُڑ جاتا تھا نسیم کے پاؤں کی چاپ سے
شعلے کو کیوں حجاب نہ ہو اس کی ٹاپ سے
صحرا میں آگ لگ گئی تھی منھ کی بھاپ سے
اب یاں پہ ذکر سبزۂ صحرا گناہ ہے
سایہ جلا تھا یہ کہ ابھی تک سیاہ ہے

[۰/۱۰۵] (۱۱۱)

اب اس کو کیا کہوں کہ وہ کیسا سمند تھا
راکب کے دل سے پوچھئے جیسا سمند تھا
جیسا سوار کار تھا ویسا سمند تھا
گھر میں رہا نبیؐ کے وہ ایسا سمند تھا
جس دن گئے تھے گنبد نیلی رواق پر
اس روز کے سوا نہ چڑھے پھر براق پر

[۰/۱۰۶] (۱۱۲)

اس رخش پر فقط نہ امامِ ہدا چڑھے
ان سے بھی پیشتر حسنؑ مجتبا چڑھے
اکثر دمِ جہاد شہ لافتا چڑھے
اک عمر تک جنابِ رسولِؐ خدا چڑھے
پایا نہ ذوالجناح کی جب طمطراق کو
واپس کیا رسولِ خدا نے براق کو

[۷۲/۱۰۷] (۱۱۳)

ناگہ سواری آئی شہ دیں پناہ کی!
تھرائے دل ہلی جو[1] زمیں رزم گاہ کی
پھیلی تھی منزلوں جو سیاہی سپاہ کی
تن کر صفوں[2] پہ مثل یداللہ نگاہ کی
تھی شام تک جو فوج کی حد رزم گاہ سے
دن ہوگیا تھا رات، سواد سپاہ سے

[۷۳/۱۰۸] (۱۱۴)

جس دم رہا نہ صبر دل بے قرار میں
آواز دی یہ حوصلۂ گیر و دار میں
شیروں کو حد کا شاق ہے وقفہ شکار میں
او ابن سعد دیر ہے کیا کار زار میں
نامرد! دل ہے پیاس سے یاں اضطراب میں
کب تک کھڑے رہیں طپش آفتاب میں

[۰/۱۰۹] (۱۱۵)

خیمے میں چھپ کے بیٹھا ہے ظالم نکل کے آ
آگے نہ آ تو بیچ میں فوجوں کے دل کے آ
غیرت ہو کچھ تو شمع کی صورت پگھل کے آ
ہم جل رہے ہیں دھوپ میں تو بھی تو جل کے آ
نامرد اس قدر تو نہ جینے پہ سوم ہو
او سنگ دل حیا سے کسی جا تو موم ہو

[۰/۱۱۰] (۱۱۶)

لہرائے پاک طعن میں جب برمحل ہلے
مانند کوہ نشۂ جرات سے یل ہلے
دہشت سے دل جو ہل گئے فوجوں کے دل ہلے
سرکی زمین اپنی جگہ سے جبل ہلے
سنگینیٔ قدم ہو تو کس طرح ٹل سکے
دابیں زمین کو آپ تو کیوں کر نکل سکے

(۱) زمیں جو ہلی (۲) بھوں

[۰/۱۱۱] (۱۱۷)

نعرہ کیا کہ میں خلفِ بوتراب ہوں
ذرّہ بھی جس کا مہر ہے وہ آفتاب ہوں
پہچان لو کہ سبطِ رسالتمآب ہوں
گذرے ہیں تین روز کہ محتاج آب ہوں
پینا تو تھا نصیب کہاں دل کباب کو
لے لو قسم جو آنکھ سے دیکھا ہو آب کو

[۰/۱۱۲] (۱۱۸)

شکوہ بھی تو کسی سے تمہارا کیا نہیں
جس جا بٹھا دیا تھا وہاں سے ہٹا نہیں
گھر سے طلب بغیر تمہاری چلا نہیں
بارہ ہزار خط مجھے لکھے تھے یا نہیں
تھا میں خوشی کہ تم سے ملاقات ہوگئی
حیران ہوں اب ملال کی کیا بات ہوگئی

[۰/۱۱۳] (۱۱۹)

آفت کے بن میں تشنہ جگر کیا نہیں ہوں میں
کب تک یہ ظلم و جور بشر کیا نہیں ہوں میں
آخر علیؑ کا نورِ نظر کیا نہیں ہوں میں
بتلاؤ فاطمہؑ کا پسر کیا نہیں ہوں میں
بیکس کو اور ضعف میں کیوں مضمحل کرو
کہتا ہوں گر خطا بھی ہوئی ہو بحل کرو

[۰/۱۱۴] (۱۲۰)

خود جس کو منتوں سے بلائیں نہ آئے وہ
جس کو پیام سیکڑوں جائیں نہ آئے وہ
جس کو سبب سفر کے بتائیں نہ آئے وہ
گھر بیٹھے جس کو خط پہ خط آئیں نہ آئے وہ
مشتاق جیسے تھے کہ ملاقات بھی نہ تھی
میرے تمہارے رنج کی کچھ بات بھی نہ تھی

[۰/۱۱۵] (۱۲۱)

آگاہ ہو خدا کا شناسا ہوں یا نہیں
روئے زمین پہ میں ملک آسا ہوں یا نہیں
گرمی میں تین روز کا پیاسا ہوں یا نہیں
اے قوم! مصطفیؐ کا نواسا ہوں یا نہیں
زانو پہ ہاتھ یاس سے مارا کئے حسینؑ
بولا کوئی نہ سب کو پکارا کئے حسینؑ

[۷۴/۱۱۶] (۱۲۲)

فرمایا تھم کے، دیر ہے کیا اب نکل کے آؤ
دل میں اگر ہراس ہو[۱] تیور بدل کے آؤ
بجھنا ہو[۲] گر چراغ کے مانند جل کے آؤ
[۳] بیٹا علیؑ کا ہوں مرے آگے سنبھل کے آؤ
غازی نہیں زمیں کے طبق گر [۴] پلٹ نہ دوں
کہنا نہ پھر حسینؑ، جو دنیا [۵] اُلٹ نہ دوں

[۰/۱۱۷] (۱۲۳)

ہاں ساقیٔ سخن ہمہ تن جوش کر مجھے
جلد آفتاب رو سے ہم آغوش کر مجھے
دو چار جام دے کے نہ خاموش کر مجھے
کہتا ہوں صاف ہوش میں بے ہوش کر مجھے
وہ جام دے کہ جس میں لڑائی کی سیر ہو
خم کا بھلا ہو ساقیٔ مہوش کی خیر ہو

[۰/۱۱۸] (۱۲۴)

وہ مئے پلا کہ قلب کو جس سے سرور ہو
گردِ ملال و کلفتِ ایام دور ہو
عیش و فرح نشاط و طرب کا ظہور ہو
یہ سب تو ہو مگر مجھے غش بھی ضرور ہو
بے ہوش ہوں جو عشق میں اک آفتاب کے
چھینٹے بھی دے مجھے تو لہو سی شراب کے

(باقی آئندہ)

(۱) ہوس ہے تو (۲) ہے (۳) جان علیؑ ہوں سامنے میرے سنبھل کے آؤ (۴) الٹ (۵) پلٹ